ترجمہ و تلخیص:

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم پر اداکاری۔ شریعت کی نظر میں

جناب محمود خلیل (قاہرہ)

مترجم: جناب گل زادہ شیرپاؤ

اداکاری ایک فن ہے۔ اس میں کسی کردار کو اسٹیج یا فلم اور ٹی وی کے ذریعہ پیش کیا جاتا ہے۔ بعض اوقات تاریخی کردار بھی اس کے ذریعہ سامنے لائے جاتے ہیں۔ ایک بڑا سوال یہ ہے کہ کیا اس طرح دینی شخصیات، خاص طور پر اللہ کے پیغمبروں اور صحابۂ کرام کے کردار کو بھی پیش کیا جاسکتا ہے؟ علماء کرام نے پیغمبروں کی اداکاری کو ناجائز قرار دیا ہے۔ بعض دوسرے علماء نے پیغمبروں کے ساتھ خلفاء راشدین، عشرۂ مبشرہ اور اکابر صحابہ کی اداکاری کو بھی ناجائز کہا ہے۔ دیگر صحابہ کے کردار کی اداکاری ان کے نزدیک ناجائز نہیں ہے۔ علماء کے ایک طبقہ نے کسی بھی صحابی کے کردار کی اداکاری کو ناجائز قرار دیا ہے۔ اس فن کے اصحاب کے نزدیک کسی صحابی کے کردار کی اداکاری میں قباحت نہیں ہے۔ اسے وہ تعلیمی اور اخلاقی پہلو سے مفید قرار دیتے ہیں۔ ذیل کے مضمون میں علماء عرب کا اور وہاں کے دینی ذہن رکھنے والے اصحابِ فن کا نقطۂ نظر پیش کیا گیا ہے۔ یہ ایک اہم موضوع ہے، اس پر جو اصحابِ علم علمی اور تحقیقی انداز میں اظہارِ خیال کرنا چاہیں ان کیلئے مجلّہ فقہ اسلامی کے صفحات حاضر ہیں۔ (مجلسِ ادارت)

کچھ عرصہ پہلے مصر کے ٹیلی ویژن پر ''رجل الاقدار'' کے نام سے ایک قسط وار ڈرامہ نشر کیا گیا، جو جلیل القدر صحابئ رسول حضرت عمرو بن العاص کے کردار پر مشتمل تھا۔ بہت سے علماء اور فن کاروں نے اس کوشش کو سراہا۔

اس اقدام سے کئی سوالات پیدا ہوئے جو بہت اہم ہیں۔ اس کے قابلِ قبول یا لائق رو

ہونے کے سلسلے میں ابھی تک کوئی قطعی رائے بھی سامنے نہیں آئی۔ اس کے بارے میں علمائے کرام اور فن کاروں کے درمیان بحث ومباحثہ اور سوال و جواب کا سلسلہ جاری ہے، کیونکہ اس معاملے کا تعلق صحابہ کرام کے ساتھ ہے۔ ایک طرف صحابۂ کرام کی تعظیم اور احترام مطلوب ہے تو دوسری طرف معمولی بے احتیاطی کی وجہ سے ان کے کردار پر حرف بھی آ سکتا ہے۔

سوال یہ ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے تمثیلی کردار پر مشتمل اس اقدام کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ کسی فن کار کے لئے کس حد تک گنجائش ہے کہ وہ اپنے فن اور دین دونوں کا خیال رکھتے ہوئے اپنا فرض ادا کرے۔ کسی عالمِ دین کے لئے ایک فن کار کے ساتھ اتفاق کرنے کی کیا حد ہے؟

مصر کے ادارہ مجمع البحوث الاسلامیہ نے عشرۂ مبشرۃ (وہ دس صحابہ جنہیں دنیا ہی میں جنت کی بشارت دے دی گئی تھی) کے علاوہ باقی صحابۂ کرام کا تمثیلی کردار ادا کرنے کی اجازت دی تھی، لیکن جامعۂ ازہر کے علماء اس سے اتفاق نہیں کرتے۔ اسی طرح یہ بھی ایک سوال ہے کہ فن کار اس کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ یہ اور اس طرح کے دسیوں سوالات ہیں جو اس موضوع پر ہمارے سامنے آتے ہیں۔

مجمع البحوث الاسلامیۃ کا فتویٰ:

سب سے پہلے ہمیں معلوم ہونا چاہئے کہ مجمع البحوث الاسلامیۃ نے، جو مصر کے بڑے بڑے علماء کا ایک فورم ہے، یہ رائے دی تھی کہ عشرۂ مبشرہ (وہ دس صحابہ جن کو زندگی میں جنت کی بشارت دی گئی ہے) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلِ بیت کا تمثیلی کردار پیش کرنا ممنوع ہے۔ جبکہ باقی صحابہ کے بارے میں ایسا کیا جا سکتا ہے۔ اس فتوے سے اُن افراد کے سامنے ایک وسیع میدان کھل گیا جو کبھی درست رائے بھی اختیار کرتے ہیں، لیکن اکثر غلطی کر جاتے ہیں۔ اس طرح درجنوں صحابہ کے نام سامنے آئے، جن کو فن کار اپنے آئندہ پروگراموں کے لئے منتخب کر سکیں۔ مثلاً حضرت عمرو بن العاص، حضرت سلمان فارسی، حضرت خالد بن الولید اور حضرت ابو عبیدہ بن الجراح ﷺ، بلکہ متعدد جلیل القدر صحابیات، جیسے حضرت نسیبہ بنت کعب انصاری، حضرت اسماء بنت ابی بکر اور حضرت ہند بنت عتبہ رضی اللہ عنہا کے نام بھی اس سلسلے میں لئے گئے۔ شاید مجمع البحوث الاسلامیۃ کی اس ناقص رائے ہی کا نتیجہ ہے کہ اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کردار کے بارے میں جسارتِ بے جا کا وسیع دروازہ کھل گیا ہے۔

علمائے جامعہ ازہر کا نقطۂ نظر: (ڈاکٹر عبدالعظیم مطعنی):

اس ذیل میں جامعۂ ازہر کے ڈاکٹر عبدالعظیم مطعنی کی رائے یہ ہے کہ مجمع البحوث الاسلامیۃ کا فیصلہ علمی اور شرعی لحاظ سے محل نظر ہے، اس لئے کہ جنت کی بشارت کو صرف اُن چند سعید روحوں کے لئے مختص کر دینا، جن کو ایک ہی مجلس میں جنت کی بشارت دی گئی تھی، صحیح نہیں ہے۔ صحابۂ کرام کے بارے میں کوئی مؤقف اختیار کرنے کے لئے ہمیں اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے رہنمائی حاصل کرنی چاہئے:

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ، رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ، وَاَعَدَّلَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خَالِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا ط ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ o

(التوبہ:۱۰۰)

اور مہاجرین وانصار میں سے جن لوگوں نے سبقت کی اور سب سے پہلے ایمان لائے۔ اور وہ لوگ جنہوں نے نیکوکاری میں ان کی پیروی کی، اللہ تعالیٰ ان سے خوش ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے خوش ہیں۔ اللہ نے ان کے لئے ایسے باغات تیار کئے ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔ وہ ہمیشہ ان میں رہیں گے۔ یہ بڑی کامیابی ہے۔

اس آیت سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ان صحابہ کی تعداد کتنی ہوگی جن کو یہاں جنت کی خوشخبری سنائی گئی ہے۔

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لا يستوى منكم من انفق من قبل الفتح وقتل ط اولئك اعظم درجة من الذين انفقوا من بعد وقتلوا ط و كلا وعد الله الحسنى.

(الحدید:۱۰)

جن لوگوں نے فتح سے پہلے اللہ کی راہ میں اپنا مال و جان خرچ کیا وہ اُن لوگوں کے برابر نہیں ہیں جنہوں نے بعد میں خرچ کیا اور لڑے بلکہ وہ ان سے درجے میں بڑھ کر ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ہر ایک سے جنت کا وعدہ کیا ہے۔

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

> ''محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہیں، کافروں کے مقابلے میں سخت گیر اور آپس میں رحم دل ہیں۔ وہ تجھے ہمیشہ رکوع اور سجدہ کرتے ہوئے دکھائی دیں گے۔ وہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رضا چاہتے ہیں.. پیشانیوں میں سجدے کے نشانات اُن کی پہچان ہے۔ ان کی یہ پہچان تورات میں بیان کی گئی ہے اور انجیل میں ان کی مثال یہ ہے کہ جیسے فصل پہلے سوئی نکالے، پھر وہ موٹی ہو جائے اور پھر اپنے نال پر سیدھی کھڑی ہو کر اُگانے والوں کو خوش کرے، تا کہ اس سے کافروں کے دل جلتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اُن لوگوں سے مغفرت اور اجرِ عظیم کا وعدہ کیا ہے جو ایمان لاتے ہیں اور درست عمل کرتے ہیں۔'' (الفتح:۲۹)

ان آیات کی روشنی میں ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ جنت کی بشارت کو صرف دس حضراتِ صحابہ تک محدود رکھنا، ایک اصولی مسئلے میں جزوی استدلال کے قبیل سے ہے، اور یہ ایک کھلی علمی غلطی ہے۔

یہ آزاد خیال لوگ صحابہ کے بارے میں ایک اور پہلو سے بھی ٹھوکر کھا گئے ہیں۔ انھوں نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو فن کار کے مشابہ سمجھا ہے کہ ان کی زندگی کو دیکھنے والوں کے سامنے مجسم کیا جائے، ان کے احساسات کی تصویر کشی کی جائے اور اُن کی خصوصیات کو اجاگر کیا جائے۔ اس موقع پر مجھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ایک قول یاد آ رہا ہے۔ وہ ایسے لوگوں کے بارے میں فرماتی ہیں:

''اُن کو صحابہ کے لئے استغفار کا حکم دیا گیا تو انھوں نے گالیاں دیں۔'' (مسلم)

یہ بھی اُن کو گالی دینے کے مترادف ہے کہ اُن کی شان کو کم کیا جائے اور اُن کی جلالتِ قدر کو دیکھنے والوں کی آنکھوں میں ہلکا کیا جائے، بلکہ ان اصحابِ فن نے تو یہاں تک جسارت کی ہے کہ بعض صحابہ کو جھوٹ، نفاق اور خیانت میں ملوث دکھایا ہے۔ انھوں نے صحابہ کی زندگیوں کو ناول اور ڈرامے کے پلاٹ میں داخل کیا ہے اور اسے پیش کش کے اُن تجربات کا میدان بنایا ہے جس کا سارا ڈھانچہ سنسنی خیزی پر قائم ہے۔ صحابہ کرام کی شان اس سے بہت بلند ہے کہ اسے اس طرح تختۂ مشق بنایا جائے۔

☆ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا سنِ ولادت ۸۰ ہجری اور سن وفات ۱۵۰ ہجری ہے ☆

اس لئے ہماری رائے یہ ہے کہ مہاجرین اور انصار تمام صحابہ میں سے کسی کی زندگی کو بھی اس طرح کے کاموں کے لئے منتخب کرنا حرام اور ناجائز ہے۔ اس لئے کہ اس میں بظاہر تو یہ مقصد ہوتا ہے کہ ہم ان کے کردار کو اجاگر کر رہے ہیں لیکن حقیقت میں یہ اُن کے کردار کی تخفیف ہے۔

ڈاکٹر احمد عمر ہاشم:

ڈاکٹر احمد عمر ہاشم سابق چانسلر جامعۂ ازہر اور رئیس عام جمعیات الشبان المسلمین اس معاملے میں ڈاکٹر عبدالعظیم مطعنی کے ہم خیال ہیں کہ کسی بھی صحابی کا تمثیلی کردار پیش کرنا درست نہیں ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ مجمع البحوث الاسلامیۃ کا فتویٰ بالکل ناقص اور جلد بازی کا مظہر ہے۔ اس میں تحقیق کا حق ادا نہیں ہوا ہے اور شرعی طور پر ایک بالکل غلط رائے دی گئی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میری سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ عشرۂ مبشرہ اور دوسرے ہزاروں صحابہ کے درمیان فرق کرنے کی آخر کیا دلیل ہے؟ حالانکہ یہ بات معلوم ہے کہ ہزاروں نہیں تو سینکڑوں صحابہ رضی اللہ عنہم کو جنت کی بشارت ضرور ملی ہے اور یہ کتاب وسنت کے دلائل سے ثابت ہے۔ وہ امت کے ستون تھے، وحی کے حامل تھے کہ انہی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کو قبول کیا۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو بہ پہلو چلتا پھرتا قرآن تھے۔ سورۂ فتح کی آخری آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کے بہترین اوصاف بیان کئے ہیں۔ اس لئے کسی صورت میں یہ درست نہیں ہے کہ ہم اُن کے تمثیل پیش کریں۔ میرا تو یہ خیال ہے کہ ان کے کردار کی ادا کاری محض ادا کاری نہیں، بلکہ ان کی پاکیزہ شخصیات کو مسخ کرنا ہے۔

اگر اُن کے کردار کو اجاگر کرنا ضروری ہے تو اس مقصد کے لئے ہمارے سامنے اُن کی زندگیوں پر مشتمل کہانیوں اور ناولوں کا وسیع میدان موجود ہے، جہاں ہم ان کی زبان سے بالواسطہ اُن کا کردار نقل کریں، یا اس کو ایسے ادا کاروں سے نقل کروائیں جو ان کے بارے میں بیان کریں، لیکن اُن کی شخصیات کی ادا کاری نہ کریں۔

اس عظیم الشان گروہ کے بارے میں، جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغام کا مخاطب بنایا تھا اور اپنے نبی کی صحبت کے لئے منتخب فرمایا تھا، بہت زیادہ احتیاط کرنی چاہئے۔ میں تنگ نظر نہیں ہوں کہ بے جا تشدد سے کام لوں۔ میں خود شاعری کرتا ہوں، ادبی ذوق رکھتا ہوں اور فن کا پیغام اچھی طرح سمجھتا ہوں، لیکن عام فن کاری اور صحابہ کی شخصیت کی ادا کاری میں زمین اور آسمان کا فرق ہے۔

ڈاکٹر عبدالصبور مرزوق:

ڈاکٹر عبدالصبور مرزوق ڈپٹی جنرل سیکریٹری المجلس الاعلیٰ للشئون الاسلامیہ، (سپریم کونسل برائے مذہبی امور) کی بھی یہی رائے ہے۔ وہ کہتے ہیں: میں اس رائے میں کوئی اضافہ یا کمی نہیں کرنا چاہتا، ہاں! میں سب کو اس بات پر متنبہ کرنا چاہوں گا کہ آج ہمارے پاس اس ایک گروہ کے علاوہ کوئی قابلِ نمونہ باقی نہیں رہا، اس لئے ہمیں چاہئے کہ ان کو اسی حالت میں رہنے دیں۔

ڈاکٹر عبدالفتاح عاشور:

ڈاکٹر عبدالفتاح عاشور صدر شعبۂ علومِ اسلامیہ جامعۂ ازہر بھی اسی رائے کی تائید کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ: صحابہ رضی اللہ عنہم کا مسلمانوں کے دلوں میں اتنا اونچا مقام ہے کہ کوئی اداکار کتنا ہی ماہر کیوں نہ ہو وہ اس مقام کی ترجمانی کا حق ادا نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کو ایک امتیازی حیثیت اور خاص مقام عطا فرمایا تھا، جس کی وجہ سے وہ صحبت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بن گئے تھے۔ صحابہ کرام کا تمثیلی کردار، اُن کے مقام کو کم کرتا ہے، لوگوں کے دلوں میں اُن کا جو رعب اور عظمت ہے، اس میں کمی آتی ہے۔ اس لئے اس جال میں پھنسنے سے بچنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ جو لوگ عشرۂ مبشرہ کے تمثیلی کردار کو ان کے بلند مرتبہ کی وجہ سے حرام قرار دیتے ہیں اور دوسرے صحابہ کو اس سے مستثنیٰ کرتے ہیں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کے بارے میں کیا کہیں گے جس میں آپ نے فرمایا:

''میری امت کے ستر ہزار لوگ بے حساب جنت میں جائیں گے۔''

اس لئے مجمع البحوث الاسلامیۃ کا یہ فیصلہ کہ عشرۂ مبشرہ کے علاوہ باقی صحابہ کا تمثیلی کردار پیش کیا جا سکتا ہے، نہیں معلوم، کس بنیاد پر کیا گیا ہے۔ حرمت کا فیصلہ عشرۂ مبشرہ کے علاوہ بھی تمام صحابہ کرام پر منطبق ہوتا ہے۔ ایک اوسط درجے کا عالم بھی یہی کہے گا کہ اس فیصلے پر نظرِ ثانی ضروری ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کے احترام کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا ہے:

> ''میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کے معاملے میں اللہ سے ڈرو، اُن کو میرے بعد نشانہ نہ بناؤ، اگر کوئی اُن سے محبت کرتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ مجھ سے بھی محبت رکھتا ہے اور کوئی ان سے بغض رکھتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے دل میں میرے لئے بھی بغض ہے۔''

علم و فن میں حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی ثانی نہیں : (محدث ابوزرعہ)

جن لوگوں کا خیال ہے کہ ہم صحابہ کی زندگی پر اداکاری کرکے ان کی خدمت کر رہے ہیں، ان کا مقصد گو اچھا ہے لیکن اس سے جو خرابی پیدا ہوتی ہے وہ زیادہ بڑی ہے، اُن کی خدمت کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ اُن کے کردار کو اپنی عملی زندگی کا حصہ بنایا جائے اور ان کے نقشِ قدم پر چلا جائے۔ اس کیلئے نقل اور جھوٹی اداکاری کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ دوسری طرف یہ فن کار تاریخ کے معمولی اور ادنیٰ درجے کے واقعات کا بھی حق ادا نہیں کر سکتے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جیسی ہستیوں کی زندگی کو اپنی ناقص فنی صلاحیت سے کیسے اجاگر کر سکیں گے۔ خصوصاً جب اس پہلو پر غور کیا جائے کہ صحابہ کی زندگی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔ اور سیرتِ نبوی کے بارے میں یہ طے ہے کہ اس کے واقعات علم حدیث، اصولِ حدیث اور جرح وتعدیل کے تقاضوں کو پورا کئے بغیر نہیں لکھے جا سکتے۔ لیکن ان حضرات کے بارے میں سب جانتے ہیں کہ وہ ان علوم کی ابجد سے بھی آگاہ نہیں ہیں۔

ڈاکٹر محمد سید احمد المسیر :

ڈاکٹر محمد سید احمد المسیر استاد علم الکلام جامعۂ ازہر بھی اس کی حرمت کے قائل ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ شیطان کی چالوں میں سے ایک چال یہ ہے کہ وہ خواہش پرست لوگوں کے لئے خواہش کی باگیں کھلی چھوڑ دیتا ہے اور اس خواہش کو ''اچھی نیت'' یا ''نیک مقصد'' کی زینت سے مزین کر دیتا ہے۔ اس طرح پوری زندگی کو اس کے لئے لہو ولعب کا میدان بنا دیتا ہے۔ وہ ہر ممنوع چیز کو اس کے لئے مباح بنا دیتا ہے اور فن وتفریح کے نام سے جائز چیزوں کی فہرست میں توسیع کرتا رہتا ہے۔ ان لوگوں کے ذہن سے یہ بات محو ہو جاتی ہے کہ فن تو مقصد کے حصول کا ذریعہ ہوتا ہے، اس لئے اس کا وہی حکم ہوگا جو مقصد کا ہوگا۔ ایک جائز مقصد کے حصول کے لئے ذریعہ بھی جائز ہونا چاہئے۔ یہ ایک اصولی قاعدہ ہے کہ جائز ذریعہ فساد کا سبب نہیں بنتا اور ناجائز ذریعہ سے کوئی اچھا مقصد حاصل نہیں ہو سکتا۔ یہ بھی ایک قاعدۂ کلیہ ہے کہ فساد کو ختم کرنا فائدے کے حصول پر مقدم ہے۔ سینما کے ذریعہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی اور ان کی سیرت کی اداکاری کنیسہ کے فکر سے متاثر ہے جس نے ڈرامے اور سینما کو اپنے عبادت خانوں میں داخل کر دیا ہے اور اس سے مذہبی افراد کی تقدیس اور معبودوں کے کردار پر مشتمل کھیل دکھائے جاتے اور ان کی عبادت کی جاتی ہے۔

لیکن اسلام میں فن کاری اس مادہ پرستانہ ذہن سے آزاد، اور بت پرستی، جسمانیت اور انسان کی عبادت سے بالکل پاک ہے۔

یہ بھی اللہ تعالیٰ کی ایک حکمت تھی کہ انبیاء اور صحابہ کرام کے دور میں تصویر سازی کے آلات ایجاد نہیں ہوئے تھے اور اُن کی تصویریں ذہنوں میں مخصوص شکل میں محفوظ نہیں رہیں۔ اُن کی زندگی کو تمثیلی صورت میں پیش کرنے کو جائز قرار دینے میں بڑے خطرات پوشیدہ ہیں۔ ذہنوں میں جب اُن کی ایک صورت راسخ ہو جائے گی تو پھر دوسری اس کے اندر نہیں سما سکے گی۔ آج ہمیں ایسے لوگ ملتے ہیں جو اُن کی سیرت کو اچھی طرح سمجھتے اور جانتے ہیں، لیکن کل ہمیں اس قسم کے لوگ نہیں ملیں گے۔ اس کی جگہ لوگوں کے ذہنوں پر وہ مسخرے اور ناٹک کرنے والے اداکار سوار ہو جائیں گے، جو صحابہ کا کردار ادا کرتے ہیں۔ اس لئے میرا خیال ہے کہ یہ کام مشتبہ ہے اور ''جو شبہات سے بچا اس نے اپنے دین اور اپنی عزت کو بچا لیا۔''

ڈاکٹر احمد المسیر مزید کہتے ہیں کہ ہم فن کاری اور اس کے پیغام کے خلاف نہیں ہیں، لیکن فن کاری علم کی مانند ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی حقیقی بنیادوں پر قائم ہو اور اس کا پیغام کسی جائز مقصد پر مشتمل ہو۔ اگر یہ بات ملحوظ نہ ہو تو یہ کام فائدے کے بجائے فساد اور خرابی کا ذریعہ ہوگا۔

اصحابِ فن کی آراء:

گزشتہ صفحات میں ہم نے اُن علماء کی آراء پیش کی تھیں جو صحابۂ کرام کے کردار کی اداکاری کے قائل نہیں ہیں۔ اس اہم موضوع پر کسی فیصلہ کن نتیجے تک پہنچنے کے لئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اہلِ فن کی آراء کو بھی سامنے لایا جائے۔ اس مقصد کے لئے ہم نے کئی فن کاروں سے ملاقات کی جن میں جناب عبدالرحمٰن ابو زہرہ، جناب ریاض الخولی، جناب رضوان توفیق اور جناب یاسر علی ماہر کے نام قابلِ ذکر ہیں۔ کافی دیر تک ہماری اُن سے گفتگو ہوئی۔ آخر کار ہم نے یاسر علی ماہر، جو مشہور صاحبِ قلم اور نامور شاعر محمد علی ماہر کے صاحبزادے ہیں، کی گفتگو کو اس نقطۂ نظر کی وضاحت کے لئے منتخب کیا۔ انھوں نے اس موضوع پر ہمارے سوالات کا کھُل کر جواب دیا۔ ان کے جوابات کو ہم سوالات کے بغیر سطورِ ذیل میں نقل کر رہے ہیں۔

انہوں نے کہا کہ یہ فتویٰ کا نہیں، بلکہ غور و فکر کا موقع ہے۔ اس کو آپ میری ذاتی رائے

سمجھیں یا مجموعی طور پر فنکار برادری کی متفقہ رائے کا نام دیں، بہر حال ہم کوئی فتویٰ تو نہیں دے سکتے،صرف اپنی رائے ظاہر کر سکتے ہیں۔

اس موضوع پر تحقیق کے دوران دو بنیادی باتوں کو میں نے سامنے رکھا ہے۔

۱۔ ایک یہ کہ شرعی طور پر وہ کیا موانع ہیں جنہیں مجمع البحوث الاسلامیہ نے اپنے پیش نظر رکھا ہے۔

۲۔ دوسری یہ کہ اس مسئلہ میں میرے والد محمد علی ماہر کی، جو مشہور اسلامی ادیب تھے، کیا رائے تھی؟

میرے والد صاحب کا خیال تھا کہ صحابۂ کرام، بشمول خلفائے راشدین اور عشرۂ مبشرہ میں شامل دیگر صحابہ کا تمثیلی کردار ادا کرنے میں کوئی شرعی مانع نہیں ہے۔ البتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے انبیائے کرام کے بارے میں وہ تحفظات رکھتے تھے اور کہتے تھے کہ ان کی اداکاری ممنوع ہے۔ اس لئے کہ انبیاء کو عصمت حاصل تھی۔ عصمت میں تقلید نہیں کی جاتی، اس لئے کہ یہ ایک وہبی چیز ہے۔

یہاں کچھ باتیں ایسی ہیں جن پر غور وفکر کرنے کی ضرورت ہے، ان باتوں سے مجھے اس وقت بڑی رہنمائی ملی جب میں مصری ٹیلی وژن پر عظیم فاتح حضرت عمرو بن العاص کی زندگی پر تیار کئے گئے سیریل ''رجل الاقدار'' میں خالد بن ولید کا کردار پیش کر رہا تھا۔ اسی طرح یہ باتیں ''الوعد الحق'' نامی سیریل اور دوسرے مواقع پر بھی میرے لئے رہنما ثابت ہوئیں۔ ان باتوں کو میں چند سوالات کی صورت میں اُن حضرات کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں جو اداکاری کو حرام سمجھتے ہیں، یا اس کے بارے میں تحفظات رکھتے ہیں۔ یہ محض کچھ سوالات ہیں جن پر غور وفکر کی ضرورت ہے۔

۱۔ اسلام سے قبل یا ظہورِ اسلام کے وقت اداکاری کا فن موجود یا متعارف نہیں تھا، لیکن پھر بھی ہمیں بعض امور ایسے نظر آتے ہیں جن کو ہم فنِ اداکاری کے مظاہر کہہ سکتے ہیں۔ مثلاً عربی اشعار میں ہم دیکھتے ہیں کہ شاعر یا تو کسی کا قول نقل کرتا ہے یا کسی لکھے ہوئے واقعے کو نظم میں لاتا ہے یا کسی حالت اور کردار کی وضاحت کرتا ہے۔ اس مقصد کے لئے ہمیں عربی نظموں کے ان حصوں پر غور کرنا چاہئے جن میں مباحثہ یا باہمی گفتگو کی صورت میں بات پیش کی گئی ہو۔ اس سلسلے میں ہمیں یہ بات بھی سامنے رکھنی چاہئے کہ شاعر ان نظموں کو کس طرح کسی اجتماع یا میلے میں پیش کرتا تھا، کیا وہ اس کو محض زبان سے سنا دیا کرتا تھا یا اس کو تمثیلی صورت میں اس طرح بیان کرتا تھا جس طرح ایک آدمی کسی واقعہ کی منظر کشی کرتا ہے؟ یہ بات اُن نظموں میں

خوب واضح ہو جاتی ہے جوایک دوسرے کے مقابلے میں کہی گئی تھیں۔

۲۔ خطبۂ جمعہ میں بھی ایک لحاظ سے تمثیل نظر آتی ہے۔اس کی تائیداس حدیث سے ہوتی ہے جس کی روایت حضرت جابر بن عبداللہ نے کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب خطبہ دیتے تھے تو آپ کی چشم ہائے مبارک سرخ ہو جاتیں، آواز بلند ہو جاتی، لہجہ سخت غصہ والا ہو جاتا، جیسے فرما رہے ہوں کہ دشمن تم پر صبح یا شام کوحملہ آور ہونے والا ہے۔(مسلم، ابن ماجہ)

۳۔ نماز اور حج میں اجتماعی اور انفرادی ادائیگی کی مختلف قسمیں ہیں اور ادائیگی کی صلاحیتوں کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی اذان کو دوسروں پر ترجیح حاصل تھی، کیونکہ اُن کی آواز اچھی تھی اور اس کا اثر زیادہ ہوتا تھا۔

۴۔ اگر اس مسئلے کو ہم شعر پر قیاس کرلیں تو دیکھیں گے کہ بہت سے اشعار ایسے ہیں جن کو خلفائے راشدین نے نہ صرف سنا بلکہ بعض اوقات خود بھی اشعار کہے ہیں۔ اس لئے جذبات کے اظہار اور مختلف واقعات کے رونما ہونے میں اشعار کا بڑا اثر ہوتا ہے۔ روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ رات کے وقت رعایا کے حالات معلوم کرنے کے لئے گشت کیا کرتے تھے، ایک رات آپ نے کسی عورت کی آواز سنی جو اشعار میں اپنے شوہر کی جدائی کے احساسات کا اظہار کر رہی تھی۔ حضرت عمر نے کوئی شرم محسوس کئے بغیر عورتوں کے جذبات اور احساسات کے متعلق دریافت کیا کہ وہ کتنے عرصے تک شوہر کے بغیر رہ سکتی ہیں اور پھر اس کے مطابق فوجیوں کی رخصت کا قانون بنایا۔ اس موقع پر آپ نے اس عورت سے یہ نہیں کہا کہ ”تم ایسے اشعار نہ کہو“ جسے ہمارے آج کے زمانے میں عریانی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہ عریانی ہے تو اُس دور میں اسے کیسے برداشت کیا گیا؟

اور اگر ہم اس معاملے کو فائن آرٹ پر قیاس کریں تو اہرام اور عبادت خانے اس کی بہترین مثال ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ تمثیل کو ممنوع قرار دینا درست نہیں۔ کیونکہ بڑے بڑے صحابہ رضی اللہ عنہم نے، جو شریعت کے مقاصد سب سے بہتر جانتے تھے، اس کو منع نہیں کیا۔ اور ہم جانتے ہیں کہ صحابی کا عمل اسلامی قانون سازی کا ایک اہم اصول ہے۔

یہاں شریعت کا یہ اصول قاعدہ یاد دلانا بے جا نہ ہوگا کہ ”کوئی چیز جب اپنے محل سے نکل جاتی ہے تو اس کا حکم تبدیل ہو جاتا ہے“ البتہ اس میں ان شرائط کا خیال رکھنا ضروری ہے جو علمائے

عظام نے بیان کئے ہیں۔ غناء کا بھی یہی حکم ہے کہ وہ اچھا ہو تو حلال ہے اور برا ہو تو حرام ہے۔

اس شرعی قاعدے سے میں نے یہ سمجھا ہے کہ فن کی اپنی خاصیت ہے اور اس کی انتہائی ضرورت ہے۔ اگر فن کاری میں حق، بھلائی اور اچھائی کا غلبہ ہو تو حلال بھی ہے اور مفید بھی، لیکن اگر اُس کا رخ خواہشات اور سفلی جذبات کی طرف ہو تو یہ حرام ہے۔ آپ دیکھیں کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خندق کی کھدائی کے موقع پر اشعار پڑھتے تھے۔

میں اپنے معزز مفتیانِ کرام سے، جو صحابہ کی زندگی پر اداکاری کو ممنوع قرار دیتے ہیں، یہ سوال کرتا ہوں کہ اگر صحابہ کی زندگی پر اداکاری کرنے میں یہ خوف دامن گیر ہو کہ اُن کے "تقدس" کی وجہ سے اُن کی مشابہت نہیں اختیار کی جاسکتی تو میں اس بات سے اتفاق نہیں کرتا، اس لئے کہ حدیث میں آیا ہے: **اذکرو محاسن موتاکم** (اپنے مردوں کی خوبیاں بیان کرو) اس میں یہ نہیں بتایا گیا کہ کس صورت میں اور کس انداز سے ان کی خوبیاں بیان کی جائیں، جو جس طرح ان کی خوبیوں کو اجاگر کرسکتا ہے، اسی طرح اسے اجازت ہونی چاہئے۔ مثلاً میں اُن کے محاسن کو یاد کرنے، اُن کے مناقب کو زندہ کرنے اور ان کے ذکر کو بلند کرنے کے لئے اپنے فن کو کام میں لاؤں اور اس طرح اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا عملی نمونہ پیش کروں جو اُس نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں فرمایا تھا: "وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ○" (الانشراح: ۴) (ہم نے تمہارے ذکر کو بلند کیا ہے) اسی وجہ سے میں چاہتا ہوں کہ ان ہستیوں کا نام دنیا میں بلند کروں جس طرح اللہ تعالیٰ نے اُن کا نام آسمان میں بلند کیا ہے۔

یہی تفکرات مجھے پریشان کرتے ہیں۔ مجھے خوف ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم جس چیز کو تقدس کا لباس سمجھ کر ان روشن ستاروں کے اوپر ڈالنا چاہتے ہیں وہ اس آدمی کی راہ میں رکاوٹ بن جائے جو اُن کی بڑائی کا حق ادا کرنا چاہتا ہے اور کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم ناسمجھی میں وہ زبان کاٹ ڈالیں جو ان کا نام بلند کر رہی ہو اور اس آدمی کے ضمیر کو مار ڈالیں جو ان کا کردار ادا کرنا چاہتا ہو۔ میں تو اس چیز کو علم نافع سمجھتا ہوں، اس لئے میں ڈرتا ہوں کہ تقدس کے نام پر کہیں ہم علمِ نافع سے محروم نہ ہو جائیں۔ سچی بات یہ ہے کہ ہمارے اس دور میں فن کاری ایک علم ہے اور مجھے اس بات کا خوف محسوس ہوتا ہے کہ کہیں اس معاملے میں ہم ایک اچھی روایت قائم کرنے میں رکاوٹ نہ بنیں، جس کے قائم کرنے والے کو اپنے عمل کا بھی بدلہ ملے گا اور جو دوسرے لوگ اس روایت پر عمل کریں گے اُن کے

☆ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا سنِ ولادت ۸۰ ہجری اور سن وفات ۱۵۰ ہجری ہے ☆

اجر میں بھی اس کا حصہ ہوگا۔ یہ سلسلہ قیامت تک چلتا رہے گا اور عمل کرنے والوں کے اجر میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔

اگر فن کاری اپنے پیغام کو شریعت الٰہی کی روشنی میں تخلیق کرتی ہے تو ایسی صورت میں ایک عالمِ دین کو فن کار اور ایک فن کار کو دین دار ہونا چاہئے۔ یہاں میں چاہتا ہوں کہ آپ کے سامنے قرآن کریم سے ایک نظیر پیش کروں، جس سے معلوم ہو جائے گا کہ تمثیل کے دائرہ کو وسیع قرار دیتے ہوئے اسے مباح قرار دیا جا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتے کو انسانی صورت میں حضرت مریم علیہا السلام کے پاس بھیجا۔ اس کی تصریح قرآنِ پاک میں ان الفاظ میں آئی ہے:

فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا فَاَرْسَلْنَا اِلَيْهَا رُوْحَنَا ط فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا o (مریم:۱۷)

حضرت مریم علیہ السلام اپنی قوم سے ایک طرف پردے میں چلی گئیں تو ہم نے اس کے پاس جبریل کو بھیجا، وہ ایک ٹھیک ٹھاک انسان کی صورت میں اس کے پاس گیا۔

یہ اداکاری کی واضح صورت ہے۔ اس کے علاوہ متعدد احادیث میں وارد ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام کبھی کبھی ایک صحابی حضرت دحیہ کلبی کی شکل میں آیا کرتے تھے اور بعض صحابہ نے ان کو اپنی آنکھوں سے اس شکل میں دیکھا تھا، جو لوگ اس کام کو ممنوع ٹھہراتے ہیں اُن کے پاس کوئی قابلِ اطمینان دلیل نہیں ہے۔ میں اپنے آپ سے پوچھتا ہوں کہ ہم صحابہ کا کردار کیوں پیش کرتے ہیں؟ کیا ہم اُن کو اس لئے پیش کرتے ہیں کہ ہمیں اُن سے کوئی بغض ہے یا اس لئے کہ ہم اُن کے کردار کو نشانہ بنانا چاہتے ہیں؟ اس کا جواب میرے ذہن میں، اور یقیناً آپ کے ذہن میں بھی ہوگا کہ ایسا نہیں ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ جو پابندی ہم لگا رہے ہیں وہ کوئی شرعی پابندی نہیں، بلکہ ایک اجتماعی پابندی ہے۔ مطلب یہ کہ اصل خوف جو ہمیں لاحق ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ اُن کے تمثیلی کردار میں ہمارے سامنے اُن کی وہ شکل نہ آ جائے جو ہمارے ذہن میں موجود ان کی شکل سے متضاد ہو۔ اس کے بارے میں مجھے پوچھنے دیجئے کہ ''الرسالۃ'' نامی فلم میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا کردار پیش کیا گیا۔ کیا اس سے اُن کی تصویر بگڑ گئی؟ اسی طرح حضرت خالد اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم کا جو کردار پیش کیا گیا، کیا اس سے ان کی تصویر بگڑ گئی؟ اس سے امت کے اندر کیا خرابی پیدا ہوگئی؟

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ: تمام لوگ فقہ میں امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے پروردہ ہیں

اگر یہ مسئلہ ایسا ہے کہ ہم ان عظیم ہستیوں کی اپنے ذہن میں موجود صورت پر اصرار کریں تو حقیقت یہ ہے کہ صحابہ کے بارے میں ہمارے ذہنوں میں موجود سیکڑوں شکلیں ایسی ہیں جن کو درست کرنے کی ضرورت ہے، اس لئے کہ اُن کے بارے میں تاریخ کی کتابوں میں جو کچھ لکھا گیا ہے اور اُن کی سیرت کو جس روپ میں پیش کیا گیا ہے وہ صحیح نہیں ہے۔

اس سلسلے میں دوسرا اندیشہ یہ ہے کہ فنی غلطیوں کی بناء پر کہیں صحابۂ کرام کی طرف کوئی ایسی بات منسوب ہو جائے جو شرعاً درست نہ ہو۔ مثلاً ایک سیریل میں دکھایا گیا کہ ایک صحابی نے اپنے بھائی کی بیوی سے نکاح کر لیا، حالانکہ حقیقتاً ایسا نہیں ہوا تھا۔ یہ ڈرامہ نگار کا تخیل تھا اور انتہائی افسوس کی بات یہ ہے کہ جامعہ ازہر کے مجمع البحوث الاسلامیۃ کی ایک خصوصی کمیٹی نے اس سے اتفاق کیا تھا۔ (''رجل الاقدار'' نامی سیریل میں ڈرامہ نگار نے حضرت عمرو بن العاص کی اپنے بھائی ہشام بن العاص کی بیوی سے شادی کرائی ہے)۔

اس طرح کی غلطیاں صرف اس صورت میں ہوں گی، جب فلم بنانے والے کے پاس کوئی شرعی معیار ہو نہ شرعی امور کے بارے میں نگرانی کمیٹی کے ہاں کوئی کسوٹی ہو۔ اگر اس طرح کا ایک معیار مقرر ہو جائے تو اس قسم کی غلطیاں نہیں ہوں گی۔

تاریخِ اسلام کے بعض نازک واقعات کو فلموں میں پیش کرنے کے سلسلے میں بڑی احتیاط کی ضرورت ہے، اس لئے کہ اُن کی وجہ سے مختلف گروہوں کے درمیان فتنہ کھڑا ہو سکتا ہے۔

اس لئے ہمارے سامنے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کبھی کبھی اس طرح ہوتا ہے کہ ہم جس چیز کے بارے میں فتنے کے خوف سے خاموشی اختیار کرتے ہیں وہی چیز بذاتِ خود فتنہ بن جاتی ہے۔ اس لئے کہ راز دارانہ مکالمہ سے خود مکالمہ کرنے والے بھی پراسرار بن جاتے ہیں، جس کی وجہ سے لوگوں کے درمیان ایک خلا واقع ہوتا ہے اور اس سے مد مقابل کا مفہوم کچھ سے کچھ ہو کر ظاہر ہوتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ جو لوگ تاریخ میں مہارت نہیں رکھتے اور اسے شریعت کے متعین ضوابط کے مطابق نہیں پڑھتے ان کے ذہن میں وہی غلط مفہوم نقش ہو جاتا ہے۔

اس لئے میری درخواست ہے کہ کسی بھی معاملے میں کھل کر مکالمہ ہونا چاہئے جس طرح کہ ہمیں قرآن نے تعلیم دی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ○ (النمل: ۶۴) (ان سے کہو کہ اگر تم سچے ہو تو دلیل لاؤ)۔

امام محمد بن ادریس شافعی فرماتے ہیں: فقہ میں مجھ پر سب سے زیادہ احسان امام محمد بن حسن کا ہے

میرے ذہن میں ایک اور بات ہے اور میرا خیال ہے کہ وہ بھی درست ہے کہ ہمارے عربی اسلامی ممالک کے اکثر حکمراں کوئی ایسی اونچی مثال پیش نہیں کر سکتے، جو دوسروں کے لئے بھی نمونہ بن جائے۔ اگر کوئی ایک بھی اس طرح کی مثال پیش کرتا تو دوسروں کی حالت خود بخود واضح ہو جاتی، اس لئے کہ: ”فبضدّها تتمايز الاشياء“ (اپنے متضاد کی وجہ سے چیزوں کی وضاحت اچھی طرح ہو جاتی ہے) اس صورت حال میں جب ہم صحابۂ کرام کے اعلیٰ ترین نمونے لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں تو اس سے عوام میں ایک تحریک پیدا ہو سکتی ہے اور اس نمونے کی پیروی کا مطالبہ کیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح اس سے بہت سوں کی نیند بھی اڑ سکتی ہے۔ البتہ اس کے قواعد وضوابط وضع کرنے اور احتیاطیں ملحوظ رکھنے سے مجھے بھی مکمل اتفاق ہے۔ مثلاً:

۱۔ پہلی چیز حد سے تجاوز ہونے کا اندیشہ ہے۔ ایسی صورت میں جو شخص ممانعت کا حکم لگا سکتا ہے وہ احتیاط اور قواعد وضوابط ملحوظ رکھتے ہوئے اجازت بھی دے سکتا ہے۔

۲۔ فنی طور پر بھی ان مسائل کا حل نکل سکتا ہے مثلاً جب صحابی کا قول آ جائے وہاں اس سے پہلے ”یقول“ (یعنی وہ فرماتے ہیں)، کا لفظ آنا چاہئے تا کہ قول اور قائل کے درمیان فرق واضح ہو۔

۳۔ اس کے علاوہ بھی کچھ فنی مہارتیں ہیں جن کے ذریعے ہم کسی مضمون کو اعلیٰ ترین معیار پر پیش کر سکتے ہیں، اس سے بہت بڑا فائدہ حاصل کر سکتے ہیں اور اس سے ہم پوری دنیا میں ان دشمنانِ اسلام کے ثقافتی حملوں کا جواب دے سکتے ہیں جو اسلام اور دہشت گردی کو ہم معنیٰ قرار دیتے ہیں۔

۴۔ خاص خاص علمی حلقوں کا، جن میں جامعہ ازہر کے بڑے بڑے علماء پر مشتمل کمیٹی سرفہرست ہے، ہمارے ساتھ اشتراک عمل اور علمی تعاون بھی درکار ہے۔ اس لئے کہ وہ اس بات پر پہلے ہی سے سوچ سمجھ کر ہمارے ساتھ اتفاق کر چکے ہیں کہ دعوتِ دین میں فن کاری اور اداکاری سے کام لینا جائز ہے۔

۵۔ ان منفرد وممتاز شخصیات کی تاریخ کو ہر چھوٹے بڑے معاملے میں اپنی رائے شامل کئے بغیر لوگوں کے سامنے پیش کریں، واقعات کو اپنی طرف سے نہ گھڑیں، اور نہ ان کو حق اور سچائی کے علاوہ کسی اور مقصد کے لئے پیش کریں اور ہم جو بھی منظر پیش کریں اس کی پشت پر کوئی مضبوط تاریخی دلیل موجود ہو۔

☆ الفقه حقيقته الفتح والشق ☆ فقہ کے معنی ہیں کھولنا اور بیان کرنا ☆

آخر میں ہم تمام فن کار اور متعلقہ حلقہ بآواز بلند درخواست کرتا ہے کہ جامعۂ ازہر اور اس کی تمام علمی شاخیں محض نگراں کا کردار ادا کرنے کے بجائے شریک کار کا کردار ادا کریں۔ وہ صرف یہ بتانے پر اکتفا نہ کریں کہ یہ چیز حرام ہے اور یہ حلال ہے۔ میں تو تمام علمائے دین سے مطالبہ کرتا ہوں کہ وہ کسی بھی معاملہ میں محض فتویٰ کے بجائے ٹھوس رہنمائی فراہم کریں۔ خصوصاً فن کاری کے بارے میں ہمیں اُن کی طرف سے ایسی رہنمائی کی ضرورت ہے جو ہماری فن کارانہ کوششوں میں ہمارے لئے معاون ثابت ہو۔ واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل۔

(ہفت روزہ المجتمع، کویت، شمارہ ۱۶۰۰۔۱۶۰۱، ۱۹۔۲۶/ ربیع الاول ۱۴۲۵ھ، ۸۔۱۵/ مئی ۲۰۰۴ء)

اسلام میں کسی قسم کی اداکاری جائز نہیں

ڈاکٹر محمود حسن الہ آبادی

میری قطعی رائے ہے کہ کسی قسم کی تمثیل یا اداکاری اسلام میں جائز نہیں ہے۔ اسی لئے شریعت اسلامیہ میں نفس نقالی ہی کو ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ یہ دراصل سد ذریعہ کے باب میں داخل ہے۔ ڈرامہ نگاری کی تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس صنف نے غیر اسلامی دنیا میں ترقی کی ہے۔ اسلامی دنیا اس سے دور ہی رہی۔ دیگر مذاہب اس سے تبلیغ دین کا کام لیتے رہے ہیں، لیکن اسلام کی تبلیغ کے لئے اسے ایک ذریعے کے طور پر اس وقت پیش کیا جانے لگا جب یورپی اقوام کا مسلم ممالک پر قبضہ بالکل مستحکم ہوگیا اور ہر مسئلے کو ان کی عینک سے دیکھا جانے لگا۔ اگر ہم جیسے گنہگار صحابہ کرام کا کردار اسٹیج پر پیش کر سکتے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کردار کیوں نہیں پیش کیا جا سکتا؟ وہ کیا قطعی دلیل ہے جس سے صحابہ کرام اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان اس سلسلے میں فرق کیا جائے۔ اس مسئلے پر اظہار خیال کا حق متدین علمائے دین ہی کو ہے۔ اداکاروں کا اس مسئلے پر شرعی رائے ظاہر کرنا اصولی طور پر غلط ہے۔

مجلس ادارت مجلہ فقہ اسلامی علمائے کرام کو دعوت دیتی ہے کہ وہ اس عنوان پر دلائل سے مزین تحریریں ہمیں ارسال فرمائیں۔

☆ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا سن ولادت ۱۶۴ ہجری اور سن وصال ۲۴۱ ہجری ہے ☆